Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

Resistance Elements in Iqbal's Poetry and its Impact on Pakistani society

کلامِ اقبال میں مزاحمتی عناصر اور پاکستانی سماج پر اثرات

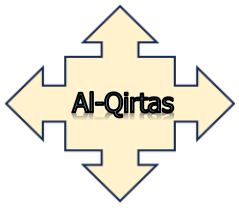

Dr. Sabina Awais
Dr. Muhammad Rafiq-ul-Islam

Associate Professor Govt. College Women University Sialkot.
Chairman Department of Iqbal Studies the Islamia University of Bahawalpur.

Abstract

Literature is an interpreter of human life. The unrest in the temperament of literature sometimes takes the form of rebellion. Resistance means that if a writer or poet is dissatisfied with the current state of affairs of their era, and they raise their voice against exploitation, such literature is called resistance literature. The chain of resistance has been ongoing since the sons of Adam, and it has not stopped to this day. Resistance literature is the foundation of any society where society is divided between the oppressor and the oppressed, where imperialism dominates, where the class system is deeply rooted, where caste discrimination exists, where people yearn for basic necessities of life and dignity is scarce. In every era, there is a group of artists who will inevitably raise their voice against the tyranny of those in power. The poet of the East, Allama Iqbal, also resisted against economic, political, and social oppression. He opposed Western civilization, the capitalist system, monarchy, imperialism, outdated traditions, sectarianism, and Western civilization through his poetry. His poetry emphasizes objection, rebellion, revolution, and hope. Following Iqbal, poets like Faiz Ahmed Faiz, Josh Malihabadi, Jansar Akhtar, Ali Sardar Jafri, Sahir Ludhianvi, Makhdoom Mohiuddin, N.M. Rashid, and Majid Amjad played significant roles in resistance. Habib Jalib and Ahmed Faraz were also among them. The philosophical influences of Iqbal are found in Pakistan's resistance poetry as well, introducing political and social leaders to new ideologies. Iqbal's poetry sparked a process of spiritual and intellectual renewal among individuals. His teachings played a crucial role in elevating the loftier purposes of human life and strengthening the connection with the Creator. This article identifies the elements of resistance in iqbal s poetry and examines the effects of resistance on pakistani society

ادب حیاتِ انسانی کا ترجمان ہے۔ ادب کے تاریخی ارتقا کو بنظرِ غائر دیکھا جائے تو یہ موجود سے غیر مطمئن اور غیر موجود کا دلدادہ رہا ہے۔ اس کا رُخ بے چینی، بے قراری کی جانب رہا ہے۔ ادب کی بنیاد تخیل پر ہے اس بنا پر تحرک اور تبدیلی اسے پسند آتی رہی ہے۔ ادب کے مزاج کی اس بے چینی کا رنگ بعض اوقات بغاوت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

مزاحمت عربی زبان کے لفظ ''زخمہ'' سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی حریف سے ٹکرانے یا مدافعت کے ہیں۔ اصطلاحی معنوں میں مزاحمت سے مراد ایسا طرزِ عمل ہے جو کسی ناموافق صورتِ حال کو اپنانے سے انکار اور ناآسودگی کا اظہار ہے۔ اردو ادب میں مزاحمت سے مراد یہ ہے کہ اگر ادیب یا شاعر اپنے عہد کی موجودہ صورتِ حال سے غیر مطمئن ہو، وہ استحصال کے خلاف آواز اُٹھائے تو ایسا ادب مزاحمتی ادب کے زُمرے میں آئے گا۔ اس حوالے سے اگر تاریخِ ادبِ اردو کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شمالی ہند میں شاعری کی ابتدا ہی مزاحمت سے ہوئی اور جعفر زٹلی اوّلین مزاحمتی شاعر کے طور پر منظرِ عام پر آئے۔

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

اگر انسانی تہذیب و تمدن کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مزاحمت کی روایت حیاتِ انسانی کے جتنی ہی قدیم ہے۔ ظلم اور اس کے خلاف مزاحمت اور احتجاج کا سلسلہ تو حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ تب سے لے کر عصرِ حاضر تک یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔

عالمی ادب کی تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی انسان پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے گئے، دنیا کے انسان دوست اور روشن ضمیر اُدبا اور شعرا نے اس کے خلاف آواز بلند کی۔ خواہ وہ رومین رولاں ہوں آندرے مالرو ہو یا گارشیالورکا، ساکر ہو یا ناظم حکمت، اقبال ہوں یا فیض، غرض ہر دور اور ہر ملک کی تاریخِ ادب میں مزاحمتی فکر کی متعدد امثال موجود ہیں۔

مزاحمتی ادب ہر اُس ملک اور معاشرے میں پیدا ہوتا ہے جہاں سماج ظالم اور مظلوم میں تقسیم ہوتا ہے۔ جہاں سامراج کا تسلط ہوتا ہے جہاں طبقاتی نظام کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں۔ جہاں ذات پات کی تفریق ہوتی ہے جہاں عوام بنیادی ضروریاتِ زندگی اور عزت و وقار سے محروم ہوتے ہیں۔ اس صورتِ حال میں معاشرے کے باشعور شعرا اور اُدبا حالات کو تبدیل کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے وہ معاشرے میں پیدا ہونے والے ظلم اور ناانصافیوں کو محسوس بھی کرتے ہیں۔ اور اس کے خلاف آواز بھی بلند کرتے ہیں۔ مزاحمت کرنے والوں کو اگرچہ کٹھن راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے وہ نہ صرف روحانی اور جسمانی کرب سے دوچار ہوتے ہیں بلکہ انھیں اپنی جان و مال کو بعض حالات میں قربان کرنا پڑتا ہے۔

مزاحمت کے متعلق روبینہ سہگل ''عورت اور مزاحمت'' میں رقم طراز ہیں:

> ''مزاحمت ہر ایسے عمل، سوچ، رویے یا طریق کار کو کہا جا سکتا ہے جو کسی ناانصافی، ظلم، تشدد و بربریت یا جبر کے خلاف کیا گیا ہو۔ مزاحمت سے مراد ہے کسی چیز کو روکنا، کسی ظلم کی مخالفت کرنا، کسی ناانصافی کو برداشت کرنے سے انکار کرنا''۔[i]

عموماً شعرا سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ ہمیشہ حق و انصاف کے علمبردار رہیں۔ علامہ اقبال نے فرمایا تھا:

> ''پاک رکھ اپنی زبان تلمیذِ رحمانی ہے تو''

لیکن ہر دور میں فن کاروں کا ایک ایسا گروہ موجود ہوتا ہے جو اہلِ اقتدار کے غلط فیصلوں پر سراپا احتجاج ہوتا ہے۔ مزاحمتی عناصر ایسے شخصیات ہوتے ہیں جو ایک مخصوص فکری یا سیاسی ادارے کے خلاف اظہارِ رائے رکھتے ہیں اور اپنا احتجاج بآوازِ بلند کرتے ہیں ان کی مزاحمت شاعری، تحریکوں یا فلسفیانہ مؤقف کے ذریعے بھی ظاہر ہو سکتی ہے۔ علامہ محمد اقبال ایک ایسے مفکر ہیں جن کے فلسفیانہ افکار کی دنیا معترف ہے ان کے اشعار، انتقادی تصورات اور مفکرانہ مفاہیم نے پاکستانی معاشرے پر گہرے اثرات مرتب کیے۔

۱۸۵۷ کی شکست کے بعد اہلِ ہند کا ایک طبقہ انگریزوں کے تسلط کو دائمی سمجھ کر مغربی تہذیب کی پیروی کرنے لگا۔ ہندوستان میں دو گروہ پیدا ہو چکے تھے ایک گروہ وہ تھا جو مغرب کی سائنسی ترقی اور انگریزوں کی انتظامی اہلیت سے خاصا مرعوب تھا۔ ان کے اس طرزِ عمل کو طنز و ظرافت کے پیرایے میں اکبر الٰہ آبادی نے اُجاگر کیا جبکہ دوسرا گروہ مشرقیت کا دلدادہ اور مغربی تہذیب و ثقافت سے متنفر تھا۔ ۱۸۵۷ کی جنگِ آزادی میں ہزیمت کے بعد دل شکستہ قوم میں روحِ تازہ پھونکنے کے ساتھ ساتھ انھیں زندگی کی جانب دعوتِ عمل دینے والوں میں حالیؔ اور ان کے ہمعصر رفقا نے اہم کردار ادا کیا۔ اس کی ترقی یافتہ صورت اقبال کی شاعری میں دِکھائی دیتی ہے۔ اقبال نے اپنی شاعری میں ایک نئی روایت سے آشنا کیا اور سماجی سطح پر ایک تبدیلی کا احساس پیدا کیا۔ اقبال اپنے کلام میں ایشیائی اور افریقی ممالک پر یورپ کی نوآبادیاتی طاقتوں کے تسلط کے حوالے سے فرنگ کو تنبیہ کرتے ہیں۔

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکان نہیں
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو، وہ اب زرِ کم عیار ہو گا[ii]

ڈاکٹر رضی الدین صدیقی لکھتے ہیں:

> ''علامہ اقبال کا یہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے کہ اس دور میں جب نوآبادیاتی اور استعمار پیشہ مغرب، ایشیائی اور افریقی ممالک کی رگِ جاں کو اپنے دانتوں سے کاٹ کر ان کا لہو چوس رہا تھا۔ اقبال نے پنجاب میں بیٹھ کر غلامی کے خلاف اعلانِ جہاد کیا.... اقبال جانتے تھے کہ جو سلوک برِّصغیر کے

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

ساتھ ہو رہا ہے وہی کچھ انڈونیشیا سے مراکش تک کی سرزمین کے ساتھ برتا جا رہا ہے۔ چناں چہ وہ پوری محکوم دنیا کا ضمیر بن کر اُٹھے اور غلامی کے خلاف شدید نفرت کا اظہار کیا"۔[iii]

ابتدا میں اقبال نے "نیا شوالہ" جیسی نظم لکھ کر فرقہ پرستی کی مذمت کی۔ بعد ازاں اقبال نے اُمّتِ مسلمہ کے فکری و عملی جمود کو توڑنے کی کوشش کی۔

ساقی شیر مردوں سے ہوا بیشہ تحقیق تہی
رہ گئے صوفی و مُلّا کے غلام اے ساقی [iv]

علاوہ ازیں اقبال نے اپنی اس نظم میں فرقہ پرستی کی بھی مذمّت کی۔

اقبال اپنے دور میں پائے جانے والے جمود اور مغربی تقلید کی روش سے متفق نہیں تھے وہ اجتہاد کے قائل اور خودی کو پروان چڑھانے پر زور دیتے ہیں۔ افکارِ اقبال سے مترشّح ہوتا ہے کہ اقبال کا خیال تھا کہ مسلمانوں نے اپنی علمی اور فکری روایت کو ترک کر دیا ہے اور مغرب کی اندھی تقلید کے قائل ہو گئے۔ اس تقلید کی وجہ سے مسلمان اپنی شناخت کھو رہے ہیں ان میں خود اعتمادی کی کمی روز بروز زیادہ ہو رہی ہے۔ اقبال اپنی شاعری میں مزاحمت کا اظہار درج ذیل الفاظ کی صورت میں کرتے ہیں:

نہیں ہے فلسفہ حیات ملیں تقلید و اجتہاد
بنائے نئے زمانے نئے شب و روز تازہ کار

اقبال نے معاشی اور سیاسی جبر کے خلاف مزاحمت بھی کی ان کی نظم "لینن خدا کے حضور میں" مزاحمت پر مبنی ایک نظم ہے۔ کہتے ہیں:

تو قادرِ مطلق ہے مگر تیرے جہاں میں
ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات
کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ
دنیا ہے تری منتظر روزِ مکافات

اقبال نے مغربی تہذیب کا عمیق نظری سے جائزہ لیا۔ اقبال کی شاعری میں مغرب کے خلاف غصہ اور احتجاج موجود ہے اس کی ایک وجہ تو اہلِ ہند کی غلامی تھی۔ دوسرے اقبال نے یہ بھی دیکھا کہ تمام عالمِ اسلام فرنگ کے غلبہ میں تھا۔ اقبال اس صورتِ حال پر مسلمانوں کو تسلی بھی دیتے ہیں۔ لیکن:

"ان تسلیوں کے باوجود اقبال کا دل غلبۂ فرنگ سے مجروح تھا۔ وہ اس کی تہذیب کی کیا داد دیتا جس کی بدولت مسلمانوں کی رہی سہی آزادی اور ملت کی خودداری غارت ہو رہی تھی"۔[v]

اقبال نے اپنی شاعری میں برطانوی راج کی سختیوں اور استعماریت کے منفی اثرات کو اجاگر کیا۔ اقبال نے اپنے اشعار میں مغربی تہذیب کی مادیت پرستی اور زوال کی بھی پیشین گوئی کی۔ اقبال نے مسلمانوں کے لیے مغربی تہذیب کو ایک خطرہ قرار دیتے ہوئے اس سے بچنے کی تلقین کی۔ علاوہ ازیں اقبال مسلمانوں کو اپنی اسلامی ثقافت اور اقدار کو زندہ رکھنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ اقبال کی شاعری میں مزاحمت کا اظہار ان اشعار کی صورت میں ملتا ہے:

فرنگ دورِ حاضر میں ہے فرعون نو ظہور

۱۹۱۷ میں روس میں اشتراکی انقلاب برپا ہوا۔ اقبال اس نظام کی مادیت و الحاد کو پسند نہیں کرتے تھے مگر چوں کہ سرمایہ داروں کی مخالفت اور غریبوں کی حمایت کرتے تھے اقبال معاشرتی انصاف سے وابستگی کے مظہر تھے۔ کبوتر، مملا، کنجشک دراصل عقاب، شاہین، شہباز جیسے قوی پرندوں کے مقابلے میں کمزوری کا استعارہ ہیں اقبال بالِ جبریل میں کہتے ہیں:

اُٹھا ساقیا پردہ اس راز سے
لڑا دے ممولے کو شہباز سے
گرماؤ غریبوں کا لہو سوزِ یقیں سے

کنجشکِ فرومایہ کو شاہیں سے لڑا دو [vi]

اقبال سرمایہ داری کے بھی مخالف تھے۔آپ اپنے کلام میں اس نظام کے رُوبہ زوال ہونے کی نشاندہی کرتے ہیں۔اقبال اپنے کلام میں سرمایہ پرستی کے دور کے خاتمے کا اعلان کرتا ہے۔فرماتے ہیں:

گیا دورِ سرمایہ داری گیا
تماشا دکھا کر مداری گیا [vii]

پروفیسر آلِ احمد سرور اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''.... اب وہ سرمایہ پرستی کے سفینے کے ڈوبنے کی التجا کرتے ہیں۔وہ سلطانیِ جمہور کی خاطر نقشِ کہن کو مٹانے کے لیے بھی تیار ہیں۔اس کھیت کو جلانے کے لیے بھی تیار ہو جاتے ہیں جس سے دہقان کو روزی میسّر نہ ہو''۔[viii]

اقبال تعلیم اور فن تعلیم پر بھی بھرپور توجہ دیتے ہیں۔ان کے نزدیک ایسی تعلیم جو فرد میں یقین، خود اعتمادی، علم کی جستجو کا ولولہ، خودی کی تعمیر پیدا کرے وہ بہتر ہے۔ بیسویں صدی کے آغاز میں ہندوستان میں ہندو قومیت کے جارحانہ عزائم، فرقہ وارانہ کش مکش اور فسادات کی صورت میں عیاں ہونے لگے شاعر یہ تمام مناظر دیکھ کر تڑپ اُٹھا۔ اقبال بے چین تھے کہ ان کے وطن میں قتل وغارت ہو رہی ہے۔عداوت کی اس زہر آلود فضا میں حساس شاعر گھٹن کا شکار ہوتا ہے۔انھوں نے اپنی ایک نظم ''صدائے درد'' میں کرب واضطراب کی کیفیت کو اس طرح بیان کیا ہے:

جل رہا ہوں کل نہیں پڑتی کسی پہلو مجھے
ہاں ڈبو دے اے محیط آب گنگا تو مجھے [ix]

اقبال مسلمانوں کے منتشر ہونے اور کمزور پڑ جانے کا غم محسوس کرتے ہیں۔وہ اُمّتِ مسلمہ کی شیرازہ بندی اور اسلامیانِ عالم میں اتحاد، اتفاق، محبت کا خواب دیکھتے ہیں۔اقبال کے نزدیک مسلمانوں کو اپنے اختلافات فراموش کر کے ایک ہی مضبوط اُمّت ہو جانا چاہیے۔فرماتے ہیں:

چلے تو کٹ ہی جائے گی یہ ظلمت کی رات
ذرا ہم تو آزمائیں گے اپنے بازو کی طاقت

اقبال نوجوانوں میں بھی خودی اور عمل کا ولولہ بیدار کرنا چاہتے تھے وہ مسلمان نوجوانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرتے ہیں:

آزادیِ جمہور کا آتا ہے زمانہ
جو نقشِ کہن تم کو نظر آئے مٹا دو

ترقّی پسند تحریک نے جس دور میں آنکھ کھولی وہ بین الاقوامی سطح پر نوآبادیات کی آزادی، دوسری جنگ عظیم کی تیاریوں، کمیونسٹ انقلاب اور قومی سطح پر تحریکِ آزادی کے عروج کا دور تھا۔لہٰذا ادب میں مزاحمتی عنصر کا اضافہ بھی ہوا۔لیکن مارکسیت کے زیرِ اثر پنپنے والی یہ تحریک چونکہ ادب کے افادی پہلو کی قائل تھی لہٰذا پورے ترقی پسند ادب کو مزاحمتی ادب کا زرخیز سرمایہ کہا جا سکتا ہے۔فیض احمد فیض، احمد ندیم قاسمی، جوش ملیح آبادی، جاں نثار اختر، علی سردار جعفری، ساحر لدھیانوی، مخدوم محی الدین، مجروح سلطان پوری وغیرہ نے سامراجیت، فاشزم، جاگیردارانہ نظام، فرسودہ روایات، فرقہ پرستی وغیرہ کی مخالفت کو اپنی شاعری کا خصوصی موضوع بنایا۔اقبال قوم کی جاوداں حیات کے لیے انقلاب کے قائل ہیں۔فرماتے ہیں:

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
روحِ امم کی حیات کش مکشِ انقلاب

اقبال اپنے دور کے موجودہ نظام سے مطمئن نہیں اس لیے وہ ایسے جہان کی خواہش کرتے ہیں جو استحصال وجبر کو جنم نہ دے جہاں عدم مساوات اور معاشی ناہمواری نہ ہو۔اقبال جبر وظلم کے خاتمے کے تمنّائی ہیں۔اقبال ایسے انقلابی سماج کے تمنائی ہیں جس میں ایک مزدور، کسان، غریب بھی خوش حال ہو۔اقبال بندۂ مزدور کو انقلاب کا پیغام

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

دیتے ہوئے کہتے ہیں:

اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے [x]

ڈاکٹر اے بی اشرف لکھتے ہیں:

"....وہ ایک ایسا انقلابی معاشرہ تشکیل دینا چاہتے ہیں جس میں انسان تسخیرِ فطرت کرے۔ مادی مسائل کو بلا امتیاز سوسائٹی کے تصرف میں لائے۔ اس کے راستے میں استحصالی قوتیں حائل نہ ہو سکیں۔ وہ ایک ایسی سوسائٹی کو قائم دیکھنا چاہتے تھے جو احترامِ آدمیت کی بنیادوں پر اُستوار ہو۔ جہاں انسان انسان کی تذلیل نہ کر سکے۔ جہاں آدم قاتل آدم نہ بن سکے"۔ [xi]

اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے اپنے معاشرے کی مکمل عکاسی کی جب انگریزوں نے اپنی پالیسی کے تحت ہندوستانی قوم میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی تو اقبال ہندو مسلم اتحاد کے علم بردار بن کر آئے۔ کلامِ اقبال میں ہندو مسلم اتحاد پر بہت سے اشعار ملتے ہیں۔ اقبال نے اپنے عہد کے مسلمانوں کے سماجی و سیاسی حالات کو اپنی شاعری میں من و عن پیش کیا۔ مسلمانوں کو ان کی عظمت کا احساس دِلانے کے لیے اسلامی تاریخ کا سہارا لیا اور اس کے ذریعے ان کے وقار کو بلند کرنے کی سعی کی۔ حکومتِ وقت اور سرمایہ داروں کے ذریعے غریبوں، کسانوں، مزدوروں پر کیے جانے والے مظام کے خلاف انھوں نے انقلابی شاعری کی اس طرح وہ شاعرِ انقلاب کے طور پر سامنے آئے۔

اقبال کو دُکھ ہے کہ اہلِ ہند کے لوگ اپنے انجام سے بے خبر، مذہب و ملت کی آویزشوں، مذہبی تعصب، فرقہ آرائی اور من و تو کے جھگڑوں میں مبتلا ہیں جب کہ اغیار ملک کا استحصال کر رہے ہیں ان امراض کا علاج ظاہری اختلافات کو ختم کرنے، محبت کو پروان چڑھانے اور دل میں وحدت کی شمع روشن کرنے میں مضمر ہے۔ اقبال عام ذہنی رجحانات اور رویوں کے خلاف احتجاجاً تلخ نوائی سے بھی کام لیتے ہیں وہ اقبال جس شدت سے اپنے دل میں درد محسوس کر رہے تھے اہلِ وطن کو اس سے آگاہ کرنا بھی ضروری تھا کیونکہ ان کا درد اجتماعی تھا۔ اقبال اہلِ وطن کو تنبیہ کرتے ہیں:

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو
تمھاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں [xii]

اقبال کا روئے سخن اقوامِ مشرق کی جانب ہے وہ اُمتِ مسلمہ کی مسلسل نشو و نما چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک یورپ اپنی ہی تلوار سے گھائل ہو چکا ہے۔ اس تہذیب نے اپنے خنجر سے ہی خود کشی کر لی ہے۔ اقبال نے جہاں مغربی تہذیب کو بے نقاب کیا۔

اقبال نے اپنی شاعری میں مسلمانوں کو جدید دنیا میں اپنی پہچان برقرار رکھنے اور اپنے حقوق کے لیے جد و جہد کرنے کی ترغیب دی۔ اقبال کے فکری اثرات پاکستان کی مزاحمتی شاعری پر بھی ہوئے۔ پاکستان میں مزاحمتی شاعری کے کئی معروف شاعر اقبال سے متاثر ہوئے ان میں فیض، حبیب جالب اور احمد فراز کے نام زیادہ نمایاں ہیں۔ اقبال کی شاعری آزادی، خود انحصاری اور خود شناسی کے موضوعات کو اُجاگر کرتی ہے۔ اقبال کی شاعری نے پاکستان کی سیاسی و سماجی رہنمائی میں اہم کردار ادا کیا ان کے فلسفیانہ خیالات سے سیاسی اور سماجی رہنماؤں کو نئے نظریات اور رہنمائی ملی جس سے ملکی ترقی اور استحکام میں مدد مل سکتی ہے۔ اقبال کی شاعری نے پاکستانی سماج کو بہت متاثر کیا افراد میں روحانی اور فکری تجدید کا عمل تیز کیا۔ ان کی تعلیمات نے حیاتِ انسانی کے ارفع مقصد اور خالق کے ساتھ تعلق کو گہرا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

پاکستانی اردو شاعری بھی پاکستان میں رقم ہونے والی تاریخ کی عکاس رہی ہے جب کبھی زندگی کو قید اور معطل کر دینے والی قوتیں اپنا گھیرا تنگ کرتی ہیں تو ان قوتوں کے خلاف مزاحمت فطری ردِّ عمل ظاہر ہوتا ہے جب تک کوئی فرد اور معاشرہ ظلم و جبر کے خلاف احتجاج بلند کرتا رہتا ہے زندہ اور پائندہ رہتا ہے کیونکہ حرف مزاحمت زندگی کی حرارت ہے جو ادب ظلم و بربریت کے خلاف اپنے ردِّ عمل کا اظہار نہیں کرتا کسی صورت زندہ ادب قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اگر ہم پاکستان کے شعری ادب کے منظر نامے پر نظر دوڑائیں تو یہاں بھی شعرا کی تخلیقات میں مزاحمتی عناصر کا رنگ وافر مقدار میں موجود ہے مثلاً جدید دور میں سامراجی اور نو آبادیاتی نظام کے خلاف ایشیا، افریقا اور لاطینی امریکا کے ممالک میں اس دور کے مزاحمتی ادب میں الجزائر، فلسطین کے حریت پسندوں کی ۱۹۴۹ میں ترقّی پسند مصنفین کی کانفرنس ۵۲، ۱۹۵۱ میں سیفٹی ایکٹ کیس، ۱۹۵۸ میں جنرل ایوب کا مارشل لا، ۱۹۶۴ کے انتخابات، ۱۹۶۹ میں یحییٰ خان کا مارشل لا، بھٹو حکومت، جنرل ضیاء الحق کا مارشل لا، بے نظیر بھٹو کی بیس ماہ کی حکومت، جنرل مشرف کا مارشل لا، بے نظیر کا

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

قتل، کشمیر اور افغانستان کا جہاد اور سیاسی و سماجی عدم استحکام ایسے بڑے واقعات ہیں جن کی بدولت مزاحمتی رویوں کو فروغ ہوا۔ چونکہ پاکستان کی تاریخ کا ایک طویل عرصہ مارشل لا کے تحت گزرا اس لیے طویل ترین تجربے نے مزاحمت کی لہر کو شاعری کا باقاعدہ حصہ بنا دیا۔ اس دور کی تخلیقات میں ایک طرف تلخی، کڑواہٹ، ملال، تذبذب، تشکیک اور مایوسی کی کیفیات موجود ہیں تو دوسری جانب اچھے دنوں کی آس اور روشن صبح کے خواب بھی دکھائی دیتے ہیں۔ متعدد شعرا ملک چھوڑنے پر مجبور ہو گئے ۱۹۸۲ میں ظہیر کاشمیری کو جرأتِ اظہار کی سزا سنائی گئی۔ فہمیدہ ریاض کو اس قدر تنگ کیا گیا کہ وہ ہندوستان جانے پر مجبور ہو گئی۔ اس کے علاوہ فیض، ن م راشد، مجید امجد، احمد فراز، شورش کاشمیری، احمد ندیم قاسمی، جوش ملیح آبادی، اختر الایمان، جانثار اختر، علی سردار جعفری، مخدوم محی الدین، اسرار الحق مجاز، سہیل اعظمی، ظہیر کاشمیری، عارف عبدالمتین، فارغ بخاری، حبیب جالب، انیس ناگی، ادا جعفری، کشور ناہید، پروین شاکر، زہرا نگاہ، عذرا عباس، شبنم شکیل، شاہدہ حسن، سارہ شگفتہ اور یاسمین حمید وغیرہ وغیرہ کی شاعری میں مزاحمت کا رنگ بہت گہرا ہے۔ ان شعرا نے شعوری طور پر پاکستان کے نامساعد سیاسی، سماجی صورتِ حال کے خلاف مزاحمت کی۔ فیض کی شاعری مزاحمتی ادب کی عمدہ مثال ہے وہ انسان کو بیدار کرنے، اسے ظلم و جبر کا احساس دِلانے کے قائل ہیں۔ فیض منفی رجحانات کے خلاف پُرامن احتجاج کرتے ہیں وہ خاموش عوام کو بولنے کا مشورہ دیتے ہیں:

بول کہ لب آزاد ہیں تیرے
بول زباں اب تک تیری ہے [xiii]

یہ ایک ایسے انقلاب کی جانب پیش قدمی کے خواہش مند تھے جو غیر طبقاتی معاشرے کو وجود میں لاتا۔ فیض کی نظمیں، حذر کرو مرے تن سے، لوح و قلم، درد آئے گا دبے پاؤں، جشن کا دن، خوشا ضمانت غم، لہو کا سراغ، شورش بربط پا، متعین آوازیں، مزاحمتی نوعیت کی نظمیں ہیں۔ فیض کی شاعری کا اہم ترین پیرایہ مزاحمتی شاعری ہے جو انھیں معاصر ترقی پسند شعرا سے ممتاز کرتی ہے۔

ن م راشد کی بیش تر نظمیں نوآبادیاتی استحصال کا شکار عوام کی ترجمان ہیں۔ ان کی نظمیں ''انسان، شاعر، درماندہ، سیاہی، دریچے کے قریب، شرابی، طلسم ازل، دستِ ستم گر، من و سلویٰ، آنکھیں، کالے غم، کی نظمیں آمریت کے خلاف مزاحمت کے بیان پر مشتمل ہیں۔ جوش ملیح آبادی کی شاعری میں مزاحمتی رویہ پوری توانائی کے ساتھ موجود ہے مجید امجد کی تنہائیوں اور خاموشیوں کی حامل شاعری عام انسان اور عام انسان کے مسائل کے گرد گردش کرتی ہے۔ طبقاتی تقسیم انھیں تکلیف میں مبتلا رکھتی ہے۔ ان کی شاعری میں معاشرتی جبر، عدم توازن اور عام زندگی میں پیش آنے والے واقعات کی عکاسی ملتی ہے۔ ان کی شاعری کا انسان اقدار کی شکست و ریخت اور زندگی کی ارزانی کے دور میں زندہ رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ صدر ایوب کی آمرانہ اور مارشل لا حکومت کے خلاف احتجاج کی ایک مؤثر اور گرج دار آواز حبیب جالب کی ہے انھوں نے ۱۹۶۲ کے حالات کے خلاف اپنی شہرہ آفاق نظم ''دستور'' لکھی ان کی نظموں میں سیاسی شور و غل اور نعرے بازی کے اثرات واضح دکھائی دیتے ہیں۔ معاشرتی برائیوں کے خلاف مزاحمت کا رویّہ جالب کی سیاسی سرگرمیوں کا نتیجہ تھا انھوں نے ۱۹۶۴ کے انتخابات میں صدر ایوب خان کے خلاف فاطمہ جناح کا ساتھ دیا اور مادرِ ملت کی انتخابی مہم میں جالب عوامی شاعر کے طور پر نمایاں ہوئے ان کی پُرجوش نظمیں مادرِ ملت کے جلسوں کو نئی حرارت دیتی رہیں۔ حبیب جالب کی نظمیں ''ماں'' اور ''مادرِ ملت'' اسی انتخابی مہم کا حصہ تھیں۔ ان کی نظمیں ''بیس گھرانے''، ''ریفرنڈم''، ''ایک ننھی لڑکی'' جنرل ضیا کے مارشل لا کے دور پر مشتمل سیاسی نوعیت کی نظمیں ہیں۔ نظم ''نیلو'' اور ''پابہ زنجیرِ رقص'' جبر و استبداد کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ انھیں بھی حکومتِ وقت کے خلاف بولنے پر قید و بند کی صعوبتیں سہنی پڑیں۔ حساس شاعر کے نزدیک پاکستان کو معاشرتی عدل و انصاف، آزادیِ تحریک، روشن مستقبل اور دل کش روایات کا امین ہونا تھا لیکن افسوس ایسا نہ ہو سکا۔

احمد فراز ادبی دنیا میں رومانی شاعر کے طور پر متعارف ہوئے لیکن ان کی ابتدائی شاعری کے علاوہ باقی شاعری ایک گھٹن زدہ معاشرے کی نمایندگی کرتی ہے۔ معصوم شاعر کو یقین ہے کہ ظلم کا خاتمہ ہو گا اور حق کی فتح ہو گی۔ فراز کی شاعری کی بے حرمتی، استحصال، انسانیت اور جمہوریت کی پامالی کے خلاف سراپا احتجاج ہے۔ جبر و استبدادی قوتوں کے خلاف انھوں نے عزم و ہمت، حوصلے اور ولولے، قوم اور قومیت کی سالمیت کے لیے جوش و جذبے کو پیش کیا۔ انھوں نے عوام اور قوم کے جذبات اور آواز کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔ انھوں نے اپنی پُرعزم شاعری کے ذریعے لوگوں میں جبر استحصال کی مخالفت کی۔ حمید اختر لکھتے ہیں:

> ''بعض لوگوں کی موجودگی ہی، اس امر کی ضامن ہوتی ہے کہ ان کے ہوتے ہوئے ظلم، جبر اور ہر قسم کی ناانصافی کے خلاف مزاحمت جاری رہے گی۔ فراز بھی ایک ایسا ہی انسان تھا''۔ [xiv]

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

مزاحمت فراز کی طبیعت کا خاصّہ تھا۔ان کی شاعری میں مزاحمتی اور باغیانہ رنگ قدرے نئے انداز میں نظر آتا ہے۔انھوں نے اپنی شاعری میں ایک حساس، آزاد منش، جمہوریت پسند شخص، آزادیِ اظہار، آزادیِ رائے، استحصال، ابتدادی قوتوں، پُر آشوب عہد، محرومی، بے کسی، آمریت، جمہوریت، انسانی مسائل، انقلابی رویوں اور مزاحمت کے عناصر پر خصوصی توجہ دی۔انھوں نے حیاتِ انسانی کے مسائل شخصی صداقتوں، کا ادراک بلا خوف سیاسی رمزیت سے بیان کیا ہے۔فراز جانب دارانہ فیصلوں اور اعمال کے خلاف سراپا احتجاج ہوتے ہیں۔

''حبیب جالب کے بعد پاکستان میں اگر کسی شاعر نے اپنے کلام میں واشگاف انداز میں جمہوریت، آزادیِ فکر اور عوام کے حقوق کے استحصال کو بیان کیا ہے تو وہ یقیناً احمد فراز ہیں''۔[xv]

فراز کی ''قاتل''، ''اے بھو کی مخلوق''، ''خیر مقدم''، ''اے میرے وطن کے خوش نواؤ''، ''یہ کھیت ہمارے ہیں یہ کھلیان ہمارے''مزاحمت پر مشتمل نظمیں ہیں۔

ظہور نظر کی شاعری میں بھی پاکستان کے مختلف سیاسی ادوار کے ارتعاشات دِکھائی دیتے ہیں۔ان کی شاعری مارشل لا ادوار کی جبریت کے خلاف صدائے احتجاج ہیں۔ انھوں نے ایوب خان، بھٹو، اور ضیاء الحق کے مارشل لا کے دور میں اپنے اجتماعی ردِّ عمل کا دل نشین انداز میں اظہار کیا۔یہ تمام عمر مصلحتوں سے گریزاں رہے اور حق و صداقت کا پرچار کرتے رہے۔ان کی کتاب ''بے چہرہ سوال''اور نظم ''تم سے پہلے''مزاحمتی ادب کا مؤثر حوالہ ہے۔کہتے ہیں۔

سیدھی راہوں کس نے منزل پائی ہے
گمراہی سے گام ملا کر چلنے دو
کوئی تو اس دور کا بھی سقراط بنے
یارو ہمیں یہ زہر اب نگلنے دو

شورش کاشمیری، نصراللہ خان عزیز، نصیر احمد ناصر، نعیم صدیقی، محسن بھوپالی، حمایت علی شاعر کی شاعری معاشرے کے مظلوم طبقات کی آواز ہونے کے ساتھ ساتھ مزاحمتی فکری کی عکاس بھی ہے۔افتخار عارف نے اگرچہ سانحۂ کربلا اور خانوادۂ رسول ﷺ سے منسلک کردار و واقعات کو اپنی شاعری میں پیش کیا۔انھوں نے اہلِ سیاست، اہلِ دین کی بے ضمیری، خلقِ خدا کی شورش، غرض عصری حالات و واقعات کو مزاحمتی انداز میں پیش کیا۔افتخار عارف ملک میں آمریت اور گھٹن زدہ ماحول میں احتجاج کر کے کھلی فضا کا مطالبہ کرتے ہیں۔کہتے ہیں:

کوئی تو پھول کھلائے دُعا کے لہجے میں
عجیب طرح کی گھٹن ہے ہوا کے لہجے میں [xvi]

افتخار عارف نے مزاحمت کا اظہار مختلف علامتوں اور استعارات کے پردوں میں کیا۔ان کی نظموں ''آخری آدمی کا رجز''، ''قصہ ایک نسبت کا''، ''ایک رُخ''، ''خوف کے موسم میں لکھی گئی ایک نظم''، ''خون بہا''، ''احتجاج''، ''التجا''، ''جھوٹ''، ''اعلان نامہ''، ''استغاثہ''میں مزاحمتی انداز واضح نظر آتا ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد حکومتیں عوامی توقعات پر پورا نہیں اتریں، آمریت کا طویل دور انیہ چلا، مارشل لا کا دور بھی آیا۔خواتین شعرا نے بھی ان حالات و واقعات پر کھل کر اظہار کیا۔زہرہ نگاہ کی شاعری میں مزاحمت اور انقلاب کے نغمے سبک اور شیریں لے میں نظر آتے ہیں اگرچہ وہ ملکی عالمی اور ملی حالات سے دل برداشتہ ہوئیں وہ مسلمانوں کی کس مپرسی پر خون کے آنسو بہاتی ہیں لیکن پھر بھی امید کا دامن نہیں چھوڑتیں۔انھیں امید ہے کہ ایک دن ظلم و جبر کے بادل چھٹ جائیں گے۔ادا جعفری کہتی ہیں:

تیرگی میں کبھی اور کبھی دُھوپ میں
زندگانی کے ماتھے کا ٹیکا صدا جگمگاتا رہا
سچ کہو دوستو ، سچ کہو ساتھیو [xvii]

کشور ناہید نے پدری نظامِ معاشرت کے پیدا کردہ جبر کے خلاف شعری مزاحمت کی۔ان کی مزاحمتی آواز سچائیوں کی عکاس ہے۔فہمیدہ ریاض نے بھی پدری ذہنیت کو ہدفِ ملامت بنایا۔اس نوع کی نظموں میں ''چادر اور چار دیواری''، ''باکرہ''، ''راج سنگھاسن''، ''پتھر کی زبان''، ''گڑیا''، ''حاشیہ''، ''آدمی کی زندگی'' شامل ہیں۔علاوہ ازیں

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

پروین شاکر، زہرہ نگاہ، عذرا عباس، نسیم سید، عشرت آفرین، شبنم شکیل، سارہ شگفتہ، یاسمین حمید نے بھی پدری جبر، عائلی زندگی کی بے بضاعتی، گھٹن، منافقانہ فعل، ریاستی جبر، آمریت غرض نامساعد حالات کے متعلق واشگاف الفاظ میں مزاحمت کی۔

پاکستانی شعرا کی شاعری میں ایسے اشعار کی خاصی مقدار موجود ہے جن میں مزاحمت اور احتجاج کو موضوعِ سخن بنایا گیا ہے۔ مزاحمت کی اصل وجہ ناآسودگی ہے۔ خواہ یہ ناآسودگی انفرادی ہو یا اجتماعی، معاشی ہو یا سماجی، گویا ناآسودگی کا اظہار مزاحمت کی پہلی سیڑھی ہے یعنی ان شعرا کی شاعری میں سماجی، معاشی معاملات کی جانب ناآسودگی کا رجحان دِکھائی دیتا ہے۔ یہ شعرا ان سماجی قدروں کو ختم کرنا چاہتے تھے جو استحصالی نظام کی شناخت تھی۔ اس کے لیے کہیں انھوں نے واضح اور کہیں علامتی انداز اختیار کیا۔ ان کی شاعری میں تاریکی، سیاہی، رات، ظلم و استحصال کی علامتیں تھیں اس کے برعکس سحر، صبحِ درخشاں، سورج، روشنی، نویدِ انقلاب، نئی زندگی کی علامتیں تھیں۔

اقبال اور ان کے مابعد شعرا نے سماجی حقائق سے قارئین کو متعارف کروایا انھیں بہتر اور خوب تر مادی زندگی کی جھلک دِکھائی۔ اگرچہ ان شعرا نے رومان کی حسین وادیوں میں بھی سفر کیا اور زندگی کے نشیب و فراز سے متعارف کرواتے ہوئے زندگی کے تلخ حقائق کی جانب بھی توجہ مبذول کی۔ ان شعرا نے اقبال کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے زندگی میں ناانصافی، استحصال اور سماجی عدم توازن کے خلاف اپنے مشاہدات و تجربات کو شاعری کی صورت میں ڈھال کر گویا خاموش لبوں کو قوتِ گویائی عطا کی۔ مظلوم عوام میں اپنے حقوق کا شعور پیدا کیا اور انسانیت کو محبت کا مرکز و محور قرار دیا۔ انھوں نے دنیا کے ہر مظلوم کے لیے آواز بلند کی چاہے وہ فلسطین کے محکوم عوام ہوں یا ایران کے یا پھر افریقا کے مظلوم عوام ہوں یا شام کے یا افغانستان کے ہوں، ان کی ہمدردیاں سب کے لیے یکساں تھیں۔ ہماری دانش وری کی وہ روایت جو سر سیّد اور اقبال سے ہوتی ہوئی ہمارے دور تک پہنچی اور جس نے مغرب کو سمجھنے کے بعد ایک نئی مشرقیت ایک نئے قومی تشخص کے آثار مرتب کیے۔

یہ شعرا اپنے کلام میں غربت اور زندگی کے تلخ حقائق بیان کرتے ہیں اور پیغام دیتے ہیں کہ خواہ حالات کتنے ہی مشکل کیوں نہ ہوں، ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔ یہ ظلم و ستم کے خاتمے پر یقین رکھتے ہیں۔ انھوں نے یاس کے بجائے آس، ناامیدی کے بجائے امید اور قنوطیت کے بجائے رجائیت کا علم بلند کیا۔ ان کا کلام ٹوٹے ہوئے دلوں کی امید بندھاتا ہے اور پریشان حال عوام کو نوید سناتا ہے۔ اگرچہ ان میں اسے اکثر شعرا نے ذاتی طور پر قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ زمانے کے آلام و صدمات کا شکار رہے لیکن اس کے باوجود مایوسی کے آگے ہتھیار نہیں ڈالا یہ پختہ عزم و یقین کے ساتھ اہلِ وطن کی ہمت بڑھا کر ایک روشن مستقبل کی جانب اشارہ کرتے رہے۔

اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے قومیت کے جدید تصورات کی تشکیل کی انھوں نے مسلمانوں کے روحانی و فکری امراض کی نشاندہی کر کے ان کا حل بھی دریافت کیا۔ غلامی کی ذلت، آزادی کی قدر، اتحاد کی اہمیت، فرقہ واریت کی زیاں کاریاں، جہد و عمل، رجائیت کے ثمرات اور سامراج کی سازشیں غرض ہر رنگ کلامِ اقبال میں موجود ہے۔ شمیم حنفی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''مغرب اقبال کے لیے ایک سامراجی طاقت کے بجائے دراصل ایک تہذیبی اقتدار اور استحصال کی علامت تھا۔ مشرقی اقوام میں مغربی سائنس اور ٹیکنالوجی ترقی پر مبنی تہذیب سے مرعوبیت بلکہ خوف زدگی کا جو رجحان پنپ رہا تھا اپنی نظم و نثر کے ذریعے اقبال نے پورے مشرق کو اس سے بچانے کی کوشش کی۔ اقبال کے یہاں اسی لیے آزادی کا جو تصور ملتا ہے اس کی اساس دراصل تہذیبی، اخلاقی اور روحانی ہے''۔[xviii]

اقبال اور محولہ بالا شعرا کی شاعری محض ایک فرد واحد کی سوچ کے طور پر ظاہر نہیں ہوتی بلکہ اپنی ذات کو باقی دنیا کے عوام کے ساتھ باہم متصل کر کے نہ صرف سماج کی آواز بنتے ہیں بل کہ ان کی شاعری اجتماعیت کے کامل احساس کی عکاس بھی ہے۔ اقبال کے مانند ان کا مقصد عوام کے دلوں میں انقلاب پیدا کرنا، ان کے جذبوں کو صیقل کرنا اور عقل کو فہم و فراست عطا کرنا تھا۔ ان کی شاعری کی عظمت کا راز اس امر میں پوشیدہ ہے کہ اپنی تمام تر نظریاتی و فلسفیانہ وابستگی کے باوجود شعریت کے اخراج سے خود کو بچا لیا۔ انھوں نے شعوری طور پر اپنی شاعری کے ذریعے پاکستان کے نامساعد سماجی، سیاسی اور معاشی صورتِ حال کے خلاف احتجاج کیا۔ مزاحمت کی آواز بلند کی، بغاوتیں اور نویدِ صبح کی بشارتیں بھی دیں۔

مزاحمتی ادب ایک بامقصد ادب ہے جس کا مقصد انصاف و مساوات پر مبنی ایک اچھے معاشرے کا قیام ہے۔ مزاحمت کے عمل میں سب سے کٹھن مرحلہ وہ ہوتا ہے جب ریاستی جبر و استبداد عروج پر ہو۔ پاکستان میں ہر آمر نے اپنے دورِ حکومت میں ہر اس آواز کو قوت کے زور پر کچلنے کی کوشش کی جو اس کے خلاف بلند کی گئی۔ ان نامساعد حالات میں جن افراد کے پایۂ استقلال میں لغزش نہیں آتی وہی لوگ مزاحمت کے راستے سے گزرتے ہوئے انقلاب برپا کرتے ہیں۔

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

علامہ محمد اقبال کی ادبی میراث میں مزاحمتی عناصر کا اہم کردار رہا ہے اقبال ایک انسانیت پرست، قومی محب اور فکری جدوجہد کے قائل تھے لیکن ان کی تحریروں میں بھی مزاحمت کے مخصوص موضوعات ملتے ہیں کہیں وہ اکبر کی تقلید کرتے ہوئے مزاحمت کو مزاحیہ انداز میں اشعار کی صورت بیان کرتے ہیں:

میاں نجّار بھی چھیلے گئے ساتھ
نہایت تیز ہیں یورپ کے رندے

اقبال نے معاشرتی حقائق، سیاسی اور دینی موضوعات پر بھی مزاحمت کی ہے۔ جب بھی سامراجیت، ظلم و جبر اور استحصال نے پنجے گاڑے تو محکوم اقوام کے شعرا نے درست معنوں میں دیدۂ بینائے قوم ہونے کا ثبوت دیا۔

اقبال کی شاعری نے ہمارے شعور پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ اقبال کی شاعری نے قومیت کے احساس کو بیدار کیا۔ ان کی شاعری وطن سے محبت، اسلامی اصولوں سے محبت اور پاکستان کی تعظیم کا جذبہ موجود ہے۔ اقبال کی شاعری میں انقلاب اور خود آگاہی کا جذبہ موجود ہے۔ آپ کے اشعار عدل، انصاف اور امن کے پیام بر ہیں۔ اقبال کے اشعار ہمارے شعور کو جلا بخشتے اور دعوتِ غور و فکر دیتے ہیں۔ اقبال کے کلام، خطبات، مکاتیب غرض شعری اور نثری تصانیف فارسی اور اردو تحاریر نے متعدد انداز سے پاکستانی شعرا کو متاثر کیا اور پاکستانی سماج کو قومیت، علم و فن، انقلاب، رومانیت، معاشرتی ترقی، تعلیمی اصلاح اور فلسفیانہ اصولوں کی اہمیت کو اُجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ علاوہ ازیں فکرِ اقبال نے پاکستانی سماج میں انقلاب برپا کرنے، قومیت کے فروغ، معاشرتی ترقی، تعلیمی اصلاح، انسانی حقوق اور بہتر زندگی گزارنے میں مثبت کردار ادا کیا۔ اقبال کی شاعری میں مزاحمتی شاعری کا اثر ناگزیر ہے۔ ان کی شاعری میں مزاحمتی عناصر کی مختلف صورتیں دکھائی دیتی ہیں۔ اقبال کی شاعری میں مزاحمتی عناصر کا تحریکی، فکری اور انقلابی انداز موجود ہے جو ان کی شاعری کو ایک مضبوط پہلو عطا کرتا ہے۔ جو پاکستانی عوام کو خوابِ غفلت سے بیدار کر سکتا ہے۔ اقبال کی مزاحمتی شاعری کی جھلکیاں پاکستانی شعرا کی شاعری میں بھی دیکھی جاسکتی ہیں جو ہمیں اپنے مسائل کا حل تلاش کرنے اور بہتر مستقبل کی جانب بڑھنے کی راہ دکھاتی ہے۔ کلامِ اقبال میں مزاحمتی عناصر کا بیان انداز اور ان کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے غور و فکر پر مجبور کرتا ہے۔ کلامِ اقبال میں مزاحمتی عناصر کی موجودگی پاکستانی سماج کو ایک بہترین مستقبل کی جانب لے جاتی ہے اور قارئین کو یہ مترشّح ہوتا ہے کہ ہمیں اپنے مسائل کا حل تلاش کرنے، اس کی حفاظت کرنے اور امن اور عدل کی بنیادوں پر مبنی معاشرتی نظام کی تشکیل کے لیے مزاحمت کرنا ہوگی۔

کلامِ اقبال میں مزاحمتی عناصر نے پاکستان کے فکری اور ادبی ورثے کو نیا جہان، ایک نیا مفہوم دینے میں مدد فراہم کی ہے۔ کلامِ اقبال میں مزاحمتی عناصر اور پاکستانی معاشرے پر اس کا اطلاق مختلف پہلوؤں کو سمجھنے اور متفرق مسائل کو حل کرنے میں مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔ حکیم الامت اور ہمارے شعرا نے آزادی اور جمہوریت کی جدوجہد میں ہمیشہ اپنی آواز بلند رکھی اور یہ جدوجہد ہمارے شعرا نے صرف پاکستان کی تحریکِ آزادی کے حوالے سے ہی نہیں بلکہ فلسطین، کشمیر، افریقا، عراق، بوسینیا، ویت نام، الجزائر اور افغانستان کی تحاریکِ آزادی کے ساتھ بھی خیر سگالی کے جذبات کا اظہار مختلف صورتوں میں کیا۔ تراجم کے ذریعے سے جہاں چی گویرا، ناظم حکمت، بینجمن مولائس، محمود درویش سے متعارف ہوئے وہیں جدید تراکیب، علامتی نظام، اسالیب اور لفظیات کے حوالے سے اردو ادب کو ثروت مند بنایا۔ گزشتہ پچھتر برس سے شعر و ادب کا سرمایہ نشاندہی کرتا ہے کہ ہمارے شعرا نے اپنے عہد کے ضمیر کی حفاظت کی اور اپنے تجربات و مشاہدات کو دوسروں کے لیے بامعنی بنانے کی ذمہ داری احسن طریقے سے نبھائی۔ عصر حاضر کے شعرا یہ سمجھتے ہیں کہ سر سیّد تحریک کے افادی منشور سے لے کر ترقی پسند تحریک کی شعریات تک بیرونی احکامات کا جو سلسلہ چلتا آرہا ہے اسے اب ختم ہونا چاہیے کیونکہ اب مسئلہ انسان کی ذہنی اور تخلیقی آزادی کا ہے۔

حواشی:

i روبینہ سہگل، ''عورت اور مزاحمت''، مشعل، لاہور، ۱۹۹۴، ص ۲۳۔

ii علامہ اقبال، ''کلیاتِ اقبال''، عثمان پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۰، ص ۱۹۶۔

iii اسلم ملک، ''تعلیماتِ اقبال''، علامہ اقبال فاؤنڈیشن سیال کوٹ، ۱۹۸۶، صفحہ ۹۳۔

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

iv علامہ اقبال، ''کلیاتِ اقبال''، عثمان پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۰، ص ۲۵۔

v خلیفہ عبدالحکیم، ''فکرِ اقبال''، بزمِ اقبال لاہور، ۲۲۹، ۱۹۸۸۔

vi علامہ اقبال، ''کلیاتِ اقبال''، عثمان پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۰، صفحہ ۲۸۴۔

vii ایضاً، ص ۲۸۵۔

viii آلِ احمد سرور، ''اقبال اور اُن کا فلسفہ''، مکتبۂ عالیہ لاہور، ۲۰۰۹، ۱۳۶۔

ix علامہ اقبال، ''کلیاتِ اقبال''، عثمان پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۰، صفحہ ۴۲۔

x ایضاً، ص ۳۷۶۔

xi ڈاکٹر اے بی اشرف، ''شاعروں اور افسانہ نگاروں کا مطالعہ''، سنگ میل پبلشرز لاہور، ۲۰۰۹، صفحہ ۱۱۱۔

xii علامہ اقبال، ''کلیاتِ اقبال''، عثمان پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۰، صفحہ ۷۸۔

xiii فیض احمد فیض، ''نسخہ ہائے وفا''، مکتبۂ کارواں لاہور، ۱۹۸۴، ص ۱۲۷۔

xiv حمید اختر، ''زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے''، مشمولہ ماہِ نو، احمد فراز نمبر، جلد ۶۲، شمارہ جنوری ۲۰۰۹، ص ۱۵۔

xv انور زاہدی، ''کر گئے کوچ کہاں کوچۂ جاناں والے''، مشمولہ کتاب بیادِ احمد فراز، اکتوبر ۲۰۰۸تا۲۰۰۹، ص ۵۰۔

xvi افتخار عارف، ''مہر دو نیم''، پورب اکادمی اسلام آباد، ۲۰۱۳، ص ۱۲۲۔

xvii ادا جعفری، ''سازِ سخن بہانہ ہے''، مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی، ۱۹۸۸، ص ۵۷۔

xviii شمیم حنفی، ''اقبال اور عصر حاضر کا خرابہ''، اکادمی بازیافت، ص ۵۹۔